Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 32, Sr.No.82, 2011, pp 75 - 100

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۲، جنوری۔مارچ ۲۰۱۱ء، شمارہ ۸۲

زبانوں میں اخذ و قبول کی خصوصیت: ایک جائزہ

ڈاکٹر حفصہ نسرین ☆

Abstract:

This article deals with evalution of language, its rise and fall and lexical borrowing in Languages of the world. It is described here that geographical closeness, wars, changes in religious systems, trade relations and other kinds of contact between speakers of different languages cause borrowing and evolution of languages. It is discussed in detail that languages experience rise and fall. Some languages prosper while other die. Examples of borrowed words in some languages are cited in this connections.

افراد کی مانند زبانوں کی حیات میں بھی بقا کی جنگ ہوتی ہے، غالب رہنے کی سعی ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک زبان دوسری زبانوں کے غالب آجانے سے پوری طرح مٹ جاتی ہے بعض اوقات ایک زبان کمزور رہ جاتی ہے اور اس کے بالمقابل دوسری زبانیں زیادہ طاقتور ہوجاتی ہیں[۱]۔ کسی بھی زبان کی بقا اور نمو و ترقی کا انحصار اس میں وسعتِ اخذ و قبول کے پائے جانے پر ہے۔ جس زبان میں اس قدر وسعت ہوگی کہ وہ وقت اور حالات کے ساتھ تبدیل ہوسکے اور جدید زمانے کے تقاضوں یعنی نئی اشیا، نئے نظریات وغیرہ کے لیے مکمل اور صحیح

☆ سینئر ایڈیٹر شعبہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

ذخیرۂ الفاظ اس میں موجود ہو اور اگر نہ ہو تو وہ ان کو دوسری زبان سے اخذ کر سکے، وہی زبان زندہ اور باقی رہتی ہے اور ترقی بھی پا سکتی ہے۲۔ جس زبان میں یہ خوبی نہ ہو اول تو اس کی بقا مشکل ہوتی ہے اگر باقی رہے بھی تو مقامی اور علاقائی زبان سے زیادہ درجہ اسے نہیں مل سکتا، مثلاً Basque اور Iceland کی زبانیں۔ اب کہا جاسکتا ہے کہ یہ زبانیں تو چھوٹے علاقوں کی زبانیں ہیں جن کو ہم مقامی زبانیں بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن عالمی منظرنامے پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض بہت ترقی یافتہ ممالک کی زبانیں اسی طرح محدود ہیں مثلاً جاپانی زبان اپنے اندر اس حد تک وسعت نہیں رکھتی کہ عالمی زبان بن سکے وہ صرف جاپان کی حد تک محدود ہے لہٰذا جاپانی تاجر مجبور ہیں کہ دنیا کے دیگر ممالک سے رابطوں کے لیے دوسری زبانیں سیکھیں کیونکہ خود ان کی زبان میں ذرا بھی وسعت نہیں ہے۔ اس کے برعکس عربی اس وقت عالمی زبانوں میں سے ایک اہم زبان ہے۔ اسلام کی زبان ہونے سے قطع نظر اس میں پائی جانے والی وسعت، اخذ و قبول کی زبردست صلاحیت اس کی نمو اور ارتقاء کا باعث ہے۔ اور اسی نے اس کو عالمی زبان کے درجہ پر پہنچا دیا۔ لاطینی زبان ایک طویل عرصہ برتر زبان کے طور پر دنیا پر راج کرتی رہی کیونکہ یہ ہر کسی کی زبان بن گئی تھی کیونکہ یہ زبان علم سے، عیسائیت سے، نظام قانون سے وابستہ تھی اور پھر اس لیے بھی کہ اس میں یہ صلاحیت تھی کہ نئی اصطلاحات اور الفاظ کو اور نئی تراکیب کو اپنے قالب میں ڈھال کر اپنا سکے۔ پھر انگلش ایک ایسی زبان ہے جو دنیا کے ہر حصے میں کسی نہ کسی حد تک بولی جاتی ہے اور اسے ہر کسی کی زبان کا درجہ حاصل ہو چکا ہے اس کی سب سے اہم وجہ اس کی وسعت اور اخذ وقبول کی صلاحیت ہے۳۔ اس صلاحیت سے عاری زبان پہلے تو جمود کا شکار ہوتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ ختم ہوجاتی ہے۔ سو زبانوں کی بقا، استحکام اور ترقی و نمو کے لیے اخذ و قبول، دیگر زبانوں سے الفاظ لینے کی صلاحیت اور ان کو اپنے قالب میں ڈھالنے کی گنجائش ہونا ضروری امر ہے۔

دنیا کی مختلف زبانوں کا باہمی خلط ملط ہونا ایک لازمی امر ہے اور ایک ایسی ضرورت ہے جس سے کسی صورت بھی فرار حاصل نہیں کیا جاسکتا۴۔ انسانوں کے مابین تبادلہ خیالات اور رابطے کا ذریعہ زبان ہی ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی دو زبانیں بولنے والے لوگ کسی بھی مقصد اور وجہ کے تحت باہم ملتے ہیں تو ایک دوسرے کی زبان سے اخذ بھی کرتے ہیں اور ایک دوسرے

کی زبان کو متأثر بھی کرتے ہیں کیونکہ بات سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ایسا کرنا ان کی مجبوری ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے جو زبان میں اخذ و عطا کے عمل کو جاری رکھتی اور آگے بڑھاتی ہے اس میں تغیر پیدا کرتی ہے۔ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ کوئی زندہ زبان بالکل خالص ہو اور اس پر کسی دوسری زبان کے اثرات نہ پڑے ہوں۵۔

ایسے بہت سے عوامل ہیں جن کے سبب مختلف اقوام اور مختلف زبانیں بولنے والے افراد کے مابین رابطہ اور خلط ملط ہوتا ہے جس کے نتیجے میں زبانیں مستقل ردّوبدل کی کیفیت میں رہتی ہیں مثلاً حکومتوں کا بدلنا، پھیلنا اور ختم ہونا، مذہبی اصولوں یا نظاموں کا بدلنا، کسی علاقے کے لوگوں میں کسی نئے مذہب کا پھیلنا، مختلف الزبان اقوام کے مابین تجارتی یا پڑوسی ہونے کے ناطے قائم ہونے والے تعلقات، ہجرتیں، فتوحات، جنگیں وغیرہ، یعنی ہر وہ موقعہ جس میں مختلف زبانیں بولنے والے افراد آپس میں ملیں جلیں، اس میل جول کے اثرات ان دونوں کی تہذیبوں اور زبان پر لازمی پڑتے ہیں۔ بلکہ معمولی سا تہذیبی یا ثقافتی رابطہ و تبادلہ بھی زبان پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۶ اور ان دونوں زبانوں میں جو آپس میں ملتی ہیں ایک دوسرے کے الفاظ شامل ہوجاتے ہیں۔ اس عمل کو اصطلاحاً Borrowing یعنی مستعار لینا (زبان کا) کہا جاتا ہے۷۔ April M.S. Memlen اس عمل کو Language Mixing کے نام سے موسوم کرتا ہے۸۔ یہ ایک قدرتی عمل ہے اور اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود زبانوں کی۹۔ ذیل میں ان چند عناصر کا اجمالی تذکرہ کیا جارہا ہے جو زبانوں میں اخذ وقبول، تبدیلی اور الفاظ وکلمات اور تراکیب کے مستعار لینے کا باعث بنتے ہیں۔

۱۔ہجرت

جب ایک گروہ یا قوم ہجرت کر کے کسی ایسی جگہ جابسے جس کے باسی کوئی اور زبان بولتے ہوں تو ان کی زبانوں کا باہم رابطہ لازماً ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کو آپس میں بات کرنے اور مافی الضمیر بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جب یہ ضرورت اشاروں، کنایوں سے پوری نہ ہوسکے تو دونوں زبانوں کا باہم گھلنا ملنا بھی لازم ہوجاتا ہے یوں زبانوں کو باہمی امتزاج کا بھرپور موقعہ ملتا ہے۔ اس موقعہ پر الفاظ مستعار لیے دیے جاتے ہیں اور ایک زبان کے الفاظ، جملے، تراکیب دوسری زبان میں شامل ہوجاتے ہیں۱۰۔

۲۔ طویل جنگیں اور عسکری فتوحات

طویل جنگیں مختلف قوموں کے افراد کو، مختلف الزبان گروہوں کو باہم ملنے جلنے کا بھرپور موقعہ فراہم کرتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں زبانوں میں اخذ وقبول اور خلط ملط ہوتا ہے۔ جیسے کہ جنگ عظیم میں جرمنی، فرانس اور انگلستان کے باہمی تعلقات نے ان کی زبانوں کو خوب متاثر کیا اور اسی طرح فرانس کی اٹلی سے جنگ طرفین کی زبانوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئی[۱۱]۔ اسی نکتے کو تاریخی پس منظر میں دیکھیں تو ایران و یونان کے مابین جنگ، جو زرکسیز کے عہد میں ہوئی، میں اس کی فوج میں شامل لیبیائی، عربی، فینیقی، ہندی، حبشی، اگر و میائی، غرضیکہ بہت سی اقوام کو باہم مل کر ایک طویل عرصہ رہنا پڑا[۱۲] اور پھر مخالف قوم یعنی یونان سے بھی ان کے تعلقات رہے اتنی طویل قرابت نے ان دونوں کی زبانوں کو لازماً متاثر کیا ہوگا، اور کیا۔

پھر اگلے مرحلہ پر یعنی جنگ کے بعد جب کوئی ایک قوم فاتح اور دوسری مفتوح بن جاتی ہے تو مفتوح کی تہذیب و ثقافت اور اس کی زبان فاتح سے ضرور متاثر ہوتی ہے اور بالعموم مفتوحین اپنی زبان چھوڑ کر فاتح کی زبان اپنا لیتے ہیں[۱۳]۔ ایک مشہور مقولہ ہے "Language of the ruler rules"۔ پھر دونوں یعنی فاتح اور مفتوح کے مابین باہمی شادیوں کا سلسلہ بھی ہوا کرتا ہے اور یہ بھی زبانوں کے باہمی امتزاج کا اہم سبب بنتا ہے علاوہ ازیں فاتح لوگوں کے گھروں میں مفتوح قوم کے افراد بطور غلام کام کرتے ہیں اور یوں طرفین کی زبانوں کو خلط ملط ہونے کا موقف ملتا ہے[۱۴]۔ اور زبانیں اخذ وقبول کے عمل سے گزرتی ہیں۔

عسکری فتوحات کے نتیجے میں دو زبانوں کا خلط ملط دو طریقے پر ہوتا ہے۔

۱۔ دونوں گروہوں کی فطری ضرورت ہے کہ آپس میں بول چال کے لیے ایک دوسرے سے اصطلاحات و الفاظ لے کر اپنی زبان میں شامل کرلیں اور ایک دوسرے سے مانوس ہوں۔ لہٰذا وہ اقتراضِ تراکیب و الفاظ کے عمل سے گزرتے ہوئے ایک دوسرے کی زبان سے مانوس ہوجاتے ہیں۔

۲۔ اکثر فاتح گروہ اپنی زبان کو جبری طور پر نافذ کردیتا ہے جیسے کہ افریقہ میں ہوا۔ یعنی فرانس نے افریقہ کے ایک حصے خاص طور پر قرطاجنہ، تونس وغیرہ پر قبضہ کیا تو وہاں فرنچ

زبان کو جبراً نافذ کردیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی وہاں دوسری زبان کے طور پر ملک کے بیشتر لوگ فرنچ بولتے ہیں اور قریباً سبھی اس سے مانوس ہیں۱۵۔ یونان نے روم کو فتح کیا تو وہاں یونانی زبان رائج ہوئی اور رومی زبان میں اس طرح سے مل جل گئی کہ دونوں کی اصطلاحات کو ایک دوسرے سے متمیز کرنا نہایت مشکل ہے کیونکہ سلطنت روما کے زیادہ تر باسی Lingua Franca کے طور پر صرف یونانی بولنے لگے تھے۱۶۔ اسی طرح سکندر نے جب مصر کو فتح کیا تو وہاں بھی یونانی زبان کو بالجبر نافذ کیا گیا اور یہ ضروری قرار دیا گیا کہ جو شخص حصول تعلیم یا کسی عہدے کے حصول میں دلچسپی رکھتا ہے اور کسی مقام پر پہنچنا چاہتا ہے وہ یونانی زبان سیکھے، یونانی میں اپنی تعلیم مکمل کرے یوں یونانی پڑھنے لکھنے کو لازمی قرار دے دیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں رائج مصری/قبطی زبان میں یونان کے بے شمار الفاظ شامل ہو گئے۱۷ اور یہی معاملہ اس وقت بھی ہوا جب روم نے دنیا کے بیشتر مقامات پر فتح پائی اس فتح نے لاطینی زبان کو اپنی جڑیں مختلف مفتوحہ علاقوں میں گہری کرنے کا موقعہ دیا اور مصر کی مانند روم کے مفتوحہ علاقوں میں لاطینی سیکھنے کو لازمی قرار دیا گیا۱۸ روم کی حکومت ایک عرصہ دنیا پر قائم رہی انہوں نے علاقوں کو صرف فتح نہیں کیا بلکہ انتظامی امور کو اپنے ہاتھ میں رکھا یہی وجہ ہے کہ اسے ایک مرکزی زبان کے طور پر نافذ ہونے کا موقعہ ملا بلکہ اس نے فرنچ، اطالوی، پرتگالی اور ہسپانوی زبانوں کو وجود بخشا اسے Lingua Franca ہونے کا درجہ بھی حاصل رہا۱۹۔ البتہ تاریخ نے اس کے برعکس مثالیں بھی پیش کی ہیں اور ایسا ہوا ہے کہ فاتح قوم نے مفتوح کی زبان کو اپنایا مثلاً منگولوں نے بغداد کو تباہ و برباد کیا، اس پر قبضہ کیا لیکن بعد میں اسلام قبول کرلیا اور عربی بولنے لگے اور پھر عربی ہی کو رائج بھی کیا۲۰۔

۳- مذہب

مذہب بھی کسی زبان کو کسی دوسرے علاقہ میں رائج کرنے کا اہم محرک ہے۔ جب بھی کسی علاقے میں کوئی نیا مذہب متعارف ہوگا تو اس سے متعلقہ کوئی خاص زبان، اگر ہو تو، ضرور اپنائی جائے گی مثلاً قبل از اسلام ایران کا مذہب ''زرتشت'' عربوں کے ہاں بھی پایا جاتا تھا کئی لوگ اس کے پیروکار تھے اب چونکہ اس کی تعلیمات اور مقدس کتابیں پہلوی زبان میں تھیں عرب میں پہلوی زبان متعارف ہوئی اور عربی پر پہلوی اور بعد کی فارسی کے جتنے بھی

اثرات ہیں وہ بہت حد تک عرب میں زرتشت مذہب کے متعارف ہونے کے سبب پڑے۲۱۔ عربی اسلام کی زبان اس حوالے سے جہاں بھی اسلام پھیلا عربی کو اولین زبان ہونے کا درجہ ملا اسی طرح انگلش اور فرنچ کو عیسائیت کی زبان ہونے کے حوالے سے اہمیت دی گئی۔ مشرقی افریقہ میں سواحلی زبان بھی مذہب کی وجہ سے پھیلی۔ حبشہ میں امھری زبان پھیلانے کے خلاف مزاحمت کی گئی یہ مزاحمت مسلم اقلیت نے کی جن کا یہ کہنا تھا کہ یہ زبان عیسائی چرچ کی نمائندہ زبان ہے اور یہ عیسائیت پھیلانے کا ایک منصوبہ ہے جس کے تحت اس زبان کو رائج کیا جارہا ہے۔۲۲ انگلش نے لاطینی سے جو الفاظ مستعار لیے ان کو عموماً تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ان میں ایک اہم دور وہ ہے جس میں عیسائی مشنری اتنی سرگرم تھی کہ اس کے ذریعے لاطینی مذہبی مصطلحات کثیر تعداد میں انگلش میں آئیں۔ مثلاً altar، baptist، guilt، alms، pope، monk، aposhe، abbess اور بہت سی دوسری اصطلاحات۔ گویا مذہب زبان پر گہرے اثرات کا اور کثیر تعداد میں اقتراض (Borowing) کا سبب بنا۔۲۳ جاپان میں کثیر تعداد میں چینی راہب آیا کرتے تھے۔ ان راہبوں نے مذہب کو پھیلایا ہی ساتھ میں چینی زبان بھی جاپان میں بہت زیادہ پھیلی اور اس نے جاپانی زبان کو بہت زیادہ متأثر کیا۔ تو اس طرح جو راہب جاپان سے دوسرے ممالک یا براعظم ایشیا کے کسی حصہ میں گئے وہاں انہوں نے جاپانی کو متعارف کروایا۔۲۴

۴۔ تجارت

تجارت سے زبانوں کو خلط ملط ہونے کا بہترین موقعہ ملتا ہے کیونکہ تجارتی روابط میں مختلف اقوام کو ایک دوسرے سے بات چیت اور معاملات طے کرنے کے لیے لازماً ایک دوسرے کی زبان بولنی پڑتی ہے۔ پھر کئی مصنوعات ایک قوم خود تیار نہیں کرتی بلکہ ان کو کسی دوسری قوم سے لیتی ہے یا کچھ چیزیں ایسی ہیں جو کسی علاقہ میں پیدا ہوتی ہیں اور کسی میں نہیں تو جس علاقہ میں جس چیز کی پیداوار نہیں ہوتی وہ اسے کسی دوسری جگہ سے لیتے ہیں اور ساتھ ہی اس کا نام بھی لیتے ہیں۔ جن ممالک میں بھی باہم تجارتی روابط ہوں ان میں یہ صورتحال ضرور ہوتی ہے کہ اشیا کے نام بھی لیے جاتے ہیں۔۲۵ سو دنیا کی متعدد زبانوں میں تکنیکی، عسکری، تجارتی اصطلاحات، جانوروں، اشیائے خوردونوش کے نام، پودوں کے نام وغیرہ

مستعار لیے جانے کے واضح دلائل ملتے ہیں۲۶۔ اور جو دنیا کی بہت سی زبانوں میں بیک وقت شامل ہو چکے ہیں۲۷۔ مثلاً قدیم عہد میں یونانیوں نے تجارت کے ذریعے اپنی تہذیب و ثقافت اور مذہب کے ساتھ زبان کو بھی اس حد تک پھیلا دیا کہ تمام مشرق وسطیٰ میں یونانی ہی بولی جانے لگی۲۸۔

بین الاقوامی تجارت ایک ایسا عمل ہے جس کے سبب مضبوط معیشت کے حامل ملکوں کے لوگ بھی دنیا کی دیگر زبانوں پر عبور حاصل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں تاکہ اپنے معاملات طے کر سکیں اور پھر دوسری زبانیں جن سے ان کو واسطہ پڑتا ہے کسی نہ کسی حد تک ان کی اپنی زبان پر اثر انداز ہونے لگتی ہیں مثلاً جاپان جیسے ملک کے تاجر بھی اقوام عالم سے تجارتی معاملات کے لیے ان کی زبانیں عربی ہسپانوی، انگلش اور دیگر زبانیں سیکھتے ہیں۔۲۹

فینیقی جو قدیم عالمی تاجر تھے، دنیا کے ہر ملک سے ان کی تجارت ہوتی تھی، انہی کے ایجاد کردہ حروف ابجد کو اہل یونان نے اپنایا اور رفتہ رفتہ ساری دنیا نے۳۰، یہ جہاں بھی تجارت کے لیے جاتے وہاں کی زبان سیکھتے وہاں کے لوگوں میں گھل مل جاتے، اور پھر دوسرے ممالک میں اس زبان کو پھیلاتے۔ یوں انہوں نے دنیا کے تقریباً ہر ملک کو باہم متعارف کرایا اور زبانوں کو ملا جلا دیا۔۳۱ اسی طرح عرب، جو بین الاقوامی تجارت کے مابین ایک پل تھا خود اہل عرب بھی تجار تھے، کی زبان میں فارسی، چینی، ترکی، ہندی، حبشی، یونانی، رومی، عبرانی، افریقی، مصری یعنی دنیا کی ہر زبان کے الفاظ موجود ہیں مثلاً بصریٰ جو عرب کا معروف بازار تھا اور دنیا کے مختلف ممالک کے تجار کی ملاقات کا مرکز تھا، یہاں کی زبان دنیا کی سب زبانوں کا ایک ملغوبہ بن چکی تھی اور یہاں دنیا کی ہر زبان کو سنا، سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح عکاظ کا بازار عرب کے تمام لہجات اور دنیا کی سب زبانوں کا ایک مرکز تھا۔۳۲

۵- کسی علاقہ میں کسی دوسری حکومت (بیرونی طاقت) کا زیادہ اثر و رسوخ ہونا

کسی علاقے میں کسی بیرونی طاقت یا حکومت کی اجارہ داری اور زیادہ اثر و رسوخ بھی زبان پر اثر انداز ہوتا ہے مثلاً جزیرہ عرب میں حیرہ کا فارسی شہر حکومت سے منسلک اور ان کے زیر اثر تھا۔ لہٰذا حیرہ کے عرب فارسی زبان کو عرب میں متعارف کروانے اور اسے رائج کرنے کا اہم سبب بنے۔ اسی طرح بنو غسان حکومت روم سے منسلک تھے۔ وہ لاطینی زبان کو

عرب میں رائج کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئے۔ تدمر میں یونانی زبان کا استعمال بھی روم کے ذریعے ہوا۔۳۳ مصر میں سکندریہ کی بنیاد سکندر نے رکھی اور اس کے بعد یہاں یونانی زبان اس حد تک رائج ہوئی کہ مقامی یہود نے عبرانی کو چھوڑ کر یونانی کو مکمل طور پر اپنالیا اور اپنا سارا ادب یونانی میں ترجمہ کرنے لگے۔۳۴ حتی کہ ان کی اگلی نسل تک تالمود اور تمام مذہبی معلومات عبرانی کے بجائے یونانی کے ذریعے پہنچیں۔۳۵

۴۔ جغرافیائی قرب:

کوئی سی دو زبانیں جو ایک دوسرے کے پڑوس میں بولی جاتی ہوں، ایک دوسرے کو لازماً متأثر کرتی ہیں۔۳۶ دونوں میں اخذ و عطا کا عمل ضرور ہوتا ہے۔ جیسے عربی زبان فارسی، لاطینی اور حبشی سے ہمسائگی کے تعلقات رکھتی تھی۔ عرب کے شعراء رومی و فارسی درباروں سے وابستہ تھے اور پھر عوام کے باہم آزادانہ میل جول کے نتیجے میں عربی ان تینوں زبانوں کے بہت سے الفاظ اپنے اندر سمو چکی ہے۔

گویا کسی بھی سبب سے جب کوئی زبان کسی دوسرے زبان سے ملتی ہے تو دونوں پر اس میل جول کے گہرے اثرات پڑتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے لفظ دیتی اور لیتی ہیں اور جتنے قدیم یہ تعلقات ہوتے جائیں اتنے ہی دونوں زبانوں پر ایک دوسری کے اثرات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔۳۷

اخذ و عطا کا یہ عمل دو انداز میں ہوتا ہے:

۱۔ کسی بھی قسم کے رابطے کے نتیجے میں ایک زبان دوسری زبان پر غالب آجاتی ہے مثلاً جب کسی ایک زبان کے بولنے والے زیادہ ہوں لیکن ایسا غلبہ صدیوں میں ہی ہو پاتا ہے، اور اس طویل عرصہ کے بعد بھی اس زبان میں بہت سے الفاظ و اصطلاحات مغلوب زبان کی جانب سے شامل ہوجاتی ہیں۔ مثلاً بلغاریوں کو سلاویوں سے واسطہ پڑا تو ان کی زبان زوال پذیر ہوگئی۔ بعض اوقات کوئی زبان حضارت و ثقافت اور ذخیرہ الفاظ کے حوالے سے زیادہ بھرپور اور وسیع ہوتی ہے لہٰذا اس کی فتح ہوجاتی ہے جیسے لاطینی پر یونانی کا غلبہ اور عربی زبان کا دیگر تمام سامی زبانوں پر غلبہ۳۸ اور بعض اوقات ایک زبان اپنی تراکیب، ذخیرہ الفاظ، اسلوب و آہنگ میں بہت عمدہ اور فصیح ہونے کے سبب دوسری پر غالب آجاتی

ہے۔ اس زبان کے بولنے والوں کی حضارت اور تمدنی پس منظر بھی اس زبان کے غلبہ میں مُمدّ و معاون ثابت ہوتا ہے جیسے یونانی زبان کی فتح۳۹۔

۲- دوسری صورت یہ ہے کہ زبانوں میں باہمی اختلاط کے نتیجے میں اخذ وعطا کا عمل تو ہوتا ہے لیکن کوئی زبان غالب نہیں آتی بلکہ دو یا زائد زبانیں ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہیں۔ اس صورتحال کو Bilingualism یا Multilingualism کہا جاتا ہے یعنی کئی زبانوں کا بیک وقت استعمال۴۰ جیسے کہ یونانی زبان لاطینی پر غالب تو آ گئی، اس میں گھل مل گئی پر اسے بالکل ختم نہیں کرسکی۔ اسی طرح جرمنی لاطینی کے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ اسی طرح عربی زبان نے ایران میں اہم مقام تو حاصل کرلیا، لیکن فارسی مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی بلکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ علم و ادب اور عام استعمال کی زبان اب بھی فارسی ہی ہے۔ یعنی دونوں زبانیں ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔ اندلس کی اپنی زبان عربی کے آنے اور رائج ہونے کے بعد بھی باقی رہی۔ ہندوستان میں انگلش وسیع پیمانے پر استعمال ہوتی رہی پر ہندی زبانوں پر غالب نہیں آسکی۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس صورت میں بھی زبانیں ایک دوسرے سے مفردات، اسلوب، آداب، کلمات، الفاظ سب کچھ لیتی ہیں اور ایک دوسرے پر گہرے اثرات چھوڑتی ہیں۔۴۱ چنانچہ عربی و فارسی میں کثیر تعداد میں ایک دوسرے سے مستعار لیے ہوئے الفاظ کا وجود اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور اسی طرح ترکی زبان میں کثیر تعداد میں عربی کے الفاظ پائے جاتے ہیں حالانکہ ترک حکومت نے ترکی کو ہی رائج کیا لیکن عربی کا اثر بہرحال بہت قوی رہا ہے۔ مندرجہ بالا صورتحال میں اقتراض کا عمل بہت قوی اور مستقل ہوتا ہے۴۲۔

بہرصورت دو یا متعدد مختلف زبانیں بولنے والے افراد کے مابین کسی بھی قسم کا رابطہ ہوا ان کی زبان کو ضرور متأثر کرتا ہے اور اس میں یہ بات بہت اہم ہے کہ خواہ ایک زبان دوسری پر غالب آجائے یا دو یا متعدد زبانیں ساتھ ساتھ چلتی رہیں اور خواہ ان میں سے کوئی ایک زبان اپنے ذخیرہ الفاظ کے اعتبار سے بہت زیادہ وسیع ہو اور خود کو دوسری زبانوں سے الفاظ مستعار لینے کا محتاج نہ بھی سمجھتی ہو پھر بھی بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے سبب زبانوں کا الفاظ مستعار لینا بہت ضروری اور لابدی امر ہے اس کے بغیر گزارا ہو ہی نہیں سکتا، مثلاً دریاؤں، شہروں، قصبات اور علاقوں کے نام، اسماء ذاتی، کسی علاقے کی نباتات اور علاقائی جانوروں

کے نام، علاقائی مصنوعات کے نام بعینہٖ دوسری زبانوں میں منتقل ہوجاتے ہیں مثلاً پانچویں چھٹی صدی عیسوی میں جب جرمن قبائل کا برطانیہ پر قبضہ ہوا تو انہوں نے اپنی برتری اور فاتح ہونے کے باوجود مقامی celtic لوگوں سے مقامات کے نام لیے اور ان کو اپنی زبان کا حصہ بنالیا۴۳۔ اسی طرح انگلش میں Kangroo اور wombat کے نام آسٹریلیا سے آئے۴۴۔ تو یہ ایک ایسا امر ہے جس سے عسکری فتح کے بعد کسی علاقہ پر راج کرنے والے حکمرانوں کو بھی مفر نہیں اور وہ بھی مقامی بولی سے الفاظ مستعار لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اخذ وقبول، Language borrowing کا یہ عمل دنیا کی ہر اس زبان میں ہوا جو زندہ ہے یعنی جو تنہا زبانوں (Isolated Languages) کے زمرے میں شامل نہیں ہوتی اور جس کے کسی نہ کسی طرح دوسری زبانوں سے روابط رہے ہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے ایک تجزیہ پیش کیا جارہا ہے۔

انگلش

انگلش جس کا تعلق Germanic Languages کے گروہ سے ہے، دنیا کے ہر ملک میں کسی نہ کسی درجے پر مستعمل ہے اور بالعموم تصور کیا جاتا ہے کہ یہ اپنے ذخیرۂ الفاظ کے حوالے سے بہت وسیع ہے، لیکن ایک عمیق مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ borrowing کا عمل جتنا زیادہ اس زبان میں ہوا وہ شاید ہی دنیا کی کسی زبان میں ہوا ہو۔ ایک رائے کے مطابق انگلش میں اس کے اپنے الفاظ ۲۲.۶% ہیں باقی سب مستعار لیے ہوئے ہیں۴۵۔ تاریخی تناظر میں دیکھیں تو انگریزی متعدد مواقع پر غالب گروہ کی زبان رہی ہے، لیکن اس وقت بھی اس میں بے شمار الفاظ مغلوبہ زبانوں سے شامل ہوئے ہیں۔ مثلاً فرانسیسی، نورمنڈی اور انگلش کے باہم مقابلہ میں انگلش غالب تو آگئی لیکن اس کے ۵۰% کلماتِ اصلیہ کی جگہ مغلوبہ نورمنڈی زبان کے الفاظ نے لے لی خاص طور پر اشیائے خوردونوش کے حوالے سے بہت سے الفاظ مثلاً beef، veal، Mutton، وغیرہ اسی زبان سے انگلش میں آئے۴۶۔ انگلینڈ میں اپنے ابتدائی سات سوسال میں انگلش کو رومیوں، sacandivians، celts سے بہت زیادہ روابط رکھنے پڑے اور ان تینوں کی زبانوں نے انگلش کو بے حد تبدیل کیا۴۷۔

لاطینی سے بہت زیادہ تعداد میں الفاظ انگلش میں آئے اور بہت سی loan

translations ہوئیں، کیونکہ روم سے انگلش زبان کا ایک طویل تعلق رہا ہے۔ لاطینی سے انگلش میں آنے والے الفاظ کا تعلق بنیادی طور پر فوجی، حکومتی، تجارتی اصطلاحات سے تھا، یا پھر ان اشیاء کے نام تھے جو جرمنی کے لوگوں کے لیے نئی تھیں۔ اسی طرح مقامات وغیرہ کے نام مِن وعَن انگلش میں آئے تاہم بعض الفاظ میں صوتی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اسی طرح عیسائیت کے آنے پر بہت سے الفاظ جو رومی مشنریوں کے ہاں مستعمل تھے، انگلش میں آگئے اور اسی طرح بعض الفاظ یا نظریات کو انہوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کرلیا۔ کثیر تعداد میں مختلف علوم اور سائنس کے سبب بھی لاطینی زبان کے الفاظ انگلش میں آئے اور اسی طرح علم طب اور ادویات کے حوالے سے بہت سے درختوں اور جڑی بوٹیوں کے نام بھی بعینہٖ انگلش میں آگئے۔ رومی زبان سے انگلش میں آنے والے الفاظ کی مثالیں: exit، area، specimen، status، complex، minimum، nucleus، extera، bonus، ego، refrendum وغیرہ اور ان کے علاوہ بہت سے الفاظ ایسے تھے جن کو انگلش کے اسلوب میں ڈھالا (یعنی Englishized کرلیا) گیا۔۴۹؎

یونانی زبان نے بھی انگریزی پر بہت سے اثرات ڈالے ایک محتاط اندازے کے مطابق یونانی زبان کے ۱۶۴۶ لفظ انگلش میں شامل ہیں۔ یونانی الفاظ زیادہ تر انگلش میں لاطینی کے ذریعے آئے مثلاً Theatre، atom، academy، Bible، irony، Tragedy، alphabet، drama، basis، theory، پھر طب سے متعلقہ بے شمار الفاظ و اصطلاحات یونانی سے انگریزی میں آئیں مثلاً Psychology۔۵۰؎

فرانسیسی زبان سے بھی بہت سے لفظ انگلش میں آئے، بلکہ لاطینی کے بعد سب زیادہ لفظ اسی زبان سے انگلش میں آئے ہیں۔ Norman فتح سے پہلے کے معاشرتی، سیاسی تعلقات نے انگریزی پر بہت سے اثرات ڈالے انگلش نے بہت سے الفاظ مستعار بھی لیے مثلاً market، rent، prestige، بعض الفاظ کو کچھ تبدیلی کے ساتھ انگلش میں لایا گیا مثلاً Gree، merci، religiun، image، werre (اس کو war بنایا گیا)، Furncis (Furnace انگلش میں)، lamp، beast (bessete)، resturant، menu اور بہت سے الفاظ آئے۔۵۱؎

رسوم، اداروں کے نام اور متعلقہ معلومات اور مختلف شعبہ ہائے حیات کے حوالہ سے بہت سے الفاظ Scandinivian زبان سے آئے، مثلاً husbonda یعنی husband، کئی جانوروں کے نام مثلاً Bull، جسم کے اعضاء کے نام جیسے Skull، skin، leg...... سب اسی زبان سے انگلش میں شامل ہوئے ہیں۔۵۲ تکنیکی اصطلاحات، بحری جہازوں سے متعلقہ اسماء، قانونی اداروں، جنگوں وغیرہ کے حوالے سے معلومات مثلاً bank، crooks، clip، sly، call، cast، dic... اور بہت سے لفظ۔ ایک محقق کے مطابق کم از کم ایک ہزار الفاظ اس زبان سے انگلش میں آئے۔۵۳

بہت سے لفظ dutch زبان سے انگلش میں آئے یہ زبان چونکہ Germanic گروہ سے ہے یعنی انگلش اور اس زبان کا اساسی گروہ ایک ہی تھا۔ ان دونوں کے مابین قریبی تعلقات رہے ہیں۵۴۔ چنانچہ انگلش نے اس زبان سے بھی اقتراض کیا مثلاً moonsoom، baos، maelstrom اور دوسرے متعدد لفظ۵۵، اسی طرح اٹلی زبان سے pizza، studio، Vendetta، Casino، Pilaster وغیرہ اور بہت سے دوسرے لفظ آئے۵۶

بہت سی ایشیائی زبانوں کے لفظ بھی انگلش میں شامل ہوئے مثلاً عبرانی سے amen، sabbath، Shibboleth، manna، Kasher، cherub، rabbi، behemoth وغیرہ ۵۷، اسی طرح اسماء ذاتی میں John، Joseph، Paul، Mary وغیرہ بھی عبرانی سے آئے ہیں۔۵۸

عربی سے algebra، saffron، admirol، cotton، alcohal...... وغیرہ انگلش میں شامل ہوئے۔۵۹ ایک محقق کے مطابق انگریزی میں ۲۰۰۰ سے زائد مادے (roots) ایسے ہیں جن کی اصل عربی ہے۔ ان میں سے کچھ لفظ تو براہِ راست انگلش میں آئے اور بعض دوسری زبانوں کے ذریعے مثلاً magazine (ازمخزن)۔ کسی دوسری زبان کے ذریعے عربی سے انگلش میں آیا۔۶۰

فارسی زبان سے بھی متعدد لفظ انگلش میں آئے مثلاً check-mate کا لفظ یا اصطلاح فارسی کے شاہ مات (Shah mata) سے آئی۔۶۱ اسی طرح Shawl، jasmine، diwan کے لفظ بھی فارسی کے ہیں۔۶۲ ترکی زبان سے بھی کئی لفظ انگلش میں آئے مثلاً

shish kebab ،caviar ،yougurt ،tulip ترکی الاصل ہیں۔٦٣ ہندی زبانوں سے بھی انگریزی میں بہت سے لفظ آئے کیونکہ ان سے بھی انگلش کو بہت طویل عرصہ واسطہ پڑتا رہا مثلاً tea ،typhone ،shampoo کے الفاظ آئے۔٦٥ کیلفورنیا کے علاقہ میں انگلش میں ہسپانوی کے بہت سے الفاظ شامل ہوئے اور روس سے تجارت کے دوران روسی زبان کے بہت سی لفظ انگلش میں شامل ہوئے۔٦٦ ان کے علاوہ بھی بہت سے ایشیائی و افریقی زبانوں سے بہت سے الفاظ انگلش میں آئے ہیں۔ ان الفاظ کو کبھی Englishized اور کبھی Anglicized کے نام سے موسوم کیا گیا۔٦٧

متعدد مغربی محققین نے اس موضوع پر کام کیا اور ایسی مستقل کتب مرتب کیں جو انگریزی زبان کی تاریخ اور دوسری زبانوں کے اس پر اثرات کے حوالہ سے مفصّل معلومات فراہم کرتی ہیں۔ مثلاً Lawrance اور Frank A Abate کے مطابق کم از کم ۹۷ زبانیں ایسی ہیں جن سے انگلش نے الفاظ مستعار لیے۔ ان دونوں نے Loan Word Index کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی اور اس میں کل ۱۴۰۰۰ مستعار شدہ الفاظ جو انگلش میں شامل ہیں، پیش کیے ہیں۔ اسی طرح A Dictionary of Foreign Words and Phrases، جو E.J. Brill سے شائع ہوئی، میں سن اور تاریخ وار مختلف الفاظ اور اصطلاحات، جملے وغیرہ بیان کیے گئے ہیں جو انگلش میں دوسری زبانوں سے آئے ہیں۔ Arthur G Kennedy نے اپنی کتاب Current English میں لکھا کہ انگلش میں ۱۴،۷۵۰ الفاظ دوسری زبانوں سے آئے۔ Albert C. Baugh نے A History of English Language میں تاریخی تسلسل کے ساتھ انگلش پر دوسری زبانوں کے اثرات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ Richard M. Hogg کی مرتب کردہ The Cambridge History of English Language میں جو دو جلدوں پر مشتمل ہے بہت تفصیل سے، مختلف ادوار میں انگلش میں آنے والے دوسری زبانوں کے الفاظ و اثرات پر بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں تقریباً تمام انسائیکلوپیڈیاز میں انگلش کے مقالہ میں مختلف زبانوں کے انگریزی زبان پر اثرات اور مستعار الفاظ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

ترکی

دو ہزار سال قدیم ترکی زبان مشرقی زبانوں کے خاندان سے ہونے کے سبب بیک وقت عربی، فارسی، یونانی، اطالوی، رومی، ہنگری، روسی، فرانسیسی، جرمن، انگریزی اور دیگر بہت سی زبانوں کے الفاظ سے بھرپور ہے۔ زرعی آلات، سبزی، جڑی بوٹیوں، ماہی گیری، تجارت

وغیرہ سے متعلقہ اصطلاحات ترکی میں یونانی زبان سے آئیں۔ اسی طرح بحیرۂ اسود و بحیرہ روم کے راستے سمندری تجارت اور سمندری فوج کے سبب ترکی میں اطالوی زبان کے کئی الفاظ مثلاً toka، vapor، tulamba وغیرہ آئے۔ ترکی زبان کی تکوین میں خصوصاً سمندری تجارت کے حوالے سے اطالوی زبان کا بڑا اہم کردار ہے۔[۶۸] اسی طرح آرمینی، سرب، ہسپانوی، ھنگری، فرانسیسی، جرمن وغیرہ کے بہت سے الفاظ ترکی زبان میں اپنا مستقل مقام بنا چکے ہیں[۶۹]۔ تاہم عربی و فارسی دونوں زبانیں ایسی ہیں جن کے اثرات ترکی زبان پر بہت گہرے اور بہت زیادہ پڑے اور ان سے کثیر تعداد میں الفاظ مستعار لیے گئے[۷۰]۔ خاص طور پر عربی کا ترکی کی تکوین میں بہت زیادہ کردار ہے۔[۷۱]

ھنگری

ہنگری زبان میں انگریزی کے بہت سے الفاظ شامل ہیں اور انگلش نے ھنگری سے بہت سے لفظ مستعار لیے۔[۷۲]

جاپانی

جاپانی زبان میں بھی دوسری زندہ زبانوں کی مانند متعدد الفاظ مستعار لیے گئے تاہم سب سے زیادہ اس کا تعلق چینی زبان سے رہا ہے۔ اس کے رسم الخط یعنی طریق کتابت میں حروف و اسلوب تک چینی زبان سے مستعار لیے گئے ہیں۔ ان کا رابطہ چین سے اس حد تک تھا کہ انہوں نے کتابت و قراءت کے لیے اختیار کرلیا اور اپنا الگ انداز اپنانے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ یہ سلسلہ پانچویں صدی عیسوی میں شروع ہوا اور دنیا کی اکثر تہذیبوں کی طرح انہوں نے بھی اخذ و قبول سے کام لیتے ہوئے چینی زبان سے خوب اقتراض کیا۔[۷۳] اسی طرح انگلش سے بھی بہت سے لفظ جاپانی زبان میں آئے مثلاً kohii بمعنی coffee، chimu بمعنی team، aisukurimu بمعنی icecream......[۷۴]

چینی زبان

عمومی تأثر یہ لیا جاتا ہے کہ چینی زبان کو کسی دوسری زبان سے واسطہ نہیں پڑا اور یہ بالکل خالص ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ چین میں کم از کم ۵۰ اقلیتیں ایسی ہیں جن کی

زبانیں مختلف ہیں اور جنہوں نے چینی کو بہت متاثر کیا۔ ان میں کچھ گروہ ایسے بھی ہیں جو مشرقی ایشیا پر حکمران بھی رہے اس لیے ان کی زبانیں بہت اہم تھیں اور ان سے چینی زبان نے خوب اقتراض کیا۔۵ے

سنسکرت

سنسکرت الفاظ دنیا کی کئی دوسری زبانوں میں نظر آتے ہیں مثلاً انگلش میں، یونانی، لاطینی، سلافی زبانوں میں، مثلاً ''متر ا'' کا لفظ سنسکرت کا ہے یہ لاطینی میں mater، جرمنی میں mutter، انگلش میں mother اور اس کے معنی وہی ہیں جو عربی اُم کے ہیں۔۶ے

اسی طرح ہندوستان کی دیگر زبانوں پر بھی بیرونی زبانوں کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ مثلاً پالی زبان کی کتب جو گوتم بدھ کے حالات زندگی پر مبنی ہیں، میں ''باورؤ'' کا لفظ آیا ہے یہ لفظ دراصل ''بابل'' کی ہندی میں ڈھالی گئی شکل ہے۔۷ے

اردو

اردو پر عربی زبان، ترکی، ہندی، سنسکرت، انگلش، اور بہت سی دوسری زبانوں کے گہرے اثرات ہیں۔ مثلاً صرف عربی کو ہی لیا جائے تو اس حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ اردو میں عربی کے بہت سے الفاظ مثلاً اغوا، اعناق، اسلوب، زلزلہ، زمام، صوت، عمل، ملعون... یعنی بہت سے الفاظ ملتے ہیں۔۸ے دام کا لفظ درہم سے نکلا، کباب عربی کے کبّ سے، اسی طرح ''راج'' سے مراد پاکستان میں مزدور لی جاتی ہے اور عربی معاجم میں ہے کہ ''الراز'' رئیس البنائین ہوتا ہے یعنی معماروں کا سربراہ، اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔۹ے

عربی

دنیا کی ہر زندہ زبان کی مانند عربی زبان میں بھی یہ وسعت وخوبی پائی جاتی ہے کہ یہ دوسری زبانوں کے اچھے الفاظ کو اپنے اندر سمو لیتی ہے۔ اس میں تمام زندہ زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ اخذ وقبول یہ سلسلہ جو کم از کم یعرب بن قحطان کے زمانہ سے شروع ہوا، آج بھی جاری و ساری ہے۔۱۰ے عربی میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ وہ متاثر ہوتی بھی ہے اور متاثر کرتی بھی ہے۔ خواہ اس کا رابطہ کسی دوسری زبان سے کسی بھی سبب سے ہو، اس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ یہ اپنے ہی اعراب اور صیغوں، اشتقاق وغیرہ میں مقصور ہے، صرف اس کی اہمیت کم

کرنے کا باعث ہے بلکہ یہ تو اس موت کا سبب بھی ثابت ہوگا کیونکہ تبادلہ اور تأثیر زبانوں کی حیات کے لیے اہم اساسی قانون ہے۔[۸۱]

عہد جاہلیت کی عربی جو محفوظ ترین حالت میں ہم تک پہنچتی ہے، وہ عربی شاعری کی صورت، خطبات کی صورت میں ہے اور زیادہ تر زبانی ورثہ ہے۔ اس ورثۂ علمی میں بے شمار معرّب اور دخیل الفاظ شامل ہیں جو اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ اگر عربی نے دوسری زبانوں کو بہت کچھ دیا تو ان سے بہت کچھ لیا بھی۔

گذشتہ صفحات میں زبانوں کے خلط ملط اور اقتراض الفاظ کے جتنے بھی محرکات و عوامل بیان کیے گئے ان سب کا سامنا عربی زبان کو بھی تھا۔ عسکری حملے کی صورت میں اگرچہ براہ راست نہ تھی مگر رومیوں اور فارسیوں کا عرب میں قیام ان کی طاقت کے سبب ہی تھا، انہوں نے یہاں مستقل ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ پھر فارسی کے عربوں کے پڑوس میں ہونے کے سبب بھی تعلقات تھے۔ لخم و جذام کے قبائل اهل مصر و اقباط کے پڑوسی تھے۔ عرب کے ساحلی علاقوں میں ہندو بستیاں بھی تھیں جن سے اهل یمن کے قریبی تعلقات تھے۔ پھر اہل حبشہ سے قریبی روابط تھے۔[۸۲] ان سب سے بڑا سبب اختلاط تجارت تھی جس نے عربوں کو ساری دنیا سے جوڑ رکھا تھا۔ ان سب عوامل کے پیش نظر عربی زبان میں ان سب زبانوں کے الفاظ آگئے۔ سریانی، عبرانی، یونانی، رومی، نبطی، حبشی، ہندی، فارسی، قبطی، ہرزبان کے لفظ معاجم عربیہ کا حصہ ہیں۔[۸۳] چنانچہ ملبوسات اور اشیائے خورد و نوش کے نام فارسی سے، مصطلحات دینی حبشی اور عبرانی و سریانی سے، خوشبوئیں مصالحوں کے نام ہندی (ہندوستان کی متعدد زبانوں) سے اور تجارتی اصطلاحات بھی ہندی سے، اور اسی طرح قبطی اور بعض دیگر زبانوں سے الفاظ مستعار لے کر عربی میں شامل کیے گئے۔[۸۴] یوں عربی وسیع تر ہوتی گئی اس کا معجم زرخیز ہوتا چلا گیا۔ آج بھی یہ سلسلہ جاری و ساری ہے نئی نئی مصطلحات، نئے اسماء و اعلام عربی میں اپنا راستہ اور مقام پا رہے ہیں۔

بروشسکی زبان

پہلے ان چند زبانوں پر دوسری زبانوں کے اثرات کا تذکرہ کیا گیا جو زندہ زبانیں ہیں، اب محض مثال کے طور پر ایک تنہا (isolated) زبان پر دوسری زبانوں کے اثرات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

بروشسکی زبان پاکستان کے شمالی علاقہ جات، وادی ہنزہ، نگر اور یاسین میں بولی جاتی ہے۔ گلگت کے گرد ونواح میں بھی یہ زبان بولنے والے افراد موجود ہیں۔ اس زبان کے بولنے والوں کی بہت قلیل تعداد کراچی میں بھی ہے۔ انگریز محقق Lorimer نے اس کی اصل جاننے کی بھرپور کوشش کی مگر وہ کسی ایسے گروہ کا پتہ چلانے میں ناکام رہا جس کے ساتھ اس زبان کو منسلک کیا جا سکے۔۸۵ اس زبان پر متعدد زبانوں کے اثرات نظر آتے ہیں مثلاً بروشسکی میں ایک لفظ ایلیکنس ہے۔ یہ عبرانی زبان کے ئیل اور کنس بمعنی خدا کی عبادت سے ماخوذ ہے۔ عربی زبان میں حَیَّ، ھَلاَّ اور ھَلَّ اسم فعل بمعنی ''جلدی کرو'' کے آتا ہے، مثلاً اذان بھی آتا ہے حیی علی الفلاح (آؤ نماز کی طرف) ہے اسی طرح بروشسکی زبان میں حی اے (جلدی کر) کا لفظ مستعمل ہے۔ اسی طرح عربی میں ھلال کے معنی ''نیا چاند'' کے ہیں اور بروشسکی میں ''کنواری، دوشیزہ'' کے لیے ھلال کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ بروشکی کے گنتی نظام میں فرانسیسی اور جاپانی سے مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس کے اسماء ذاتی میں ہنگری زبان کے بہت سے اسماء شامل ہیں۔۸۶

گزشتہ صفحات میں پیش کردہ مواد سے ثابت ہوتا ہے کہ زبانوں کا اختلاط لازمی طور پر ایک دوسرے پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے اور زبانوں میں تغیر آتا رہتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ زبانیں ایک دوسرے سے الفاظ لے کر اندر سموتی رہتی ہیں اپنے قالب میں ڈھالتی رہتی ہیں۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ وہ الفاظ جو فصیح اور بہت عمدہ ہوں، اس زبان کے ادب کا حصہ بھی بن جاتے ہیں اور اسی کے الفاظ قرار پاتے ہیں۔ کوئی بھی زندہ زبان، کوئی عالمی زبان بالکل خالص رہ ہی نہیں سکتی۔

لہٰذا کسی زبان کے ادب میں پائے جانے والے کسی دوسری زبان کے الفاظ اس زبان کے نقص پر نہیں بلکہ اس کی وسعت اور اس میں موجود زندہ زبان ہونے کی خاصیت پر دلالت کرتے ہیں اور اس اعتبار سے عربی زبان بلاشبہ دنیا کی سب سے وسیع اور زندۂ و جاوید زبان ہے۔

☆☆☆☆

حواشی

1- Ronald Wardbaugh, Language Competition, p.1

۲- نورالدین صمود، "المعرب والدخیل ضروریان لازدھار اللغة" در اللسان العربی، ج:۱۴، جزو: ا،ص: ۱۴۷

3- Ronald Wardbaugh, Language Competition, P:14-15.

4- C.K. Ogden, The History of Civilization and Languages, P:280.

5- M.H. Bakalla, Arabic Culture through its Language and Literature, P:66

6- The Cambridge Ancient History, V:I, Part: I, P:127.

7- Dell Hymes, Language in Culture and Society, P:496-97; Leonard Bloom Field, Language, P:444.

8- April M.S. Memalon, Understanding Language Change, P:200.

9- M.H. Bakalla, Arabic Culture through Language and literature, P:66.

10- Terence Ogdin, Language Transfer, P:6-8.

۱۱- عبدالواحد الوافی، علم اللغة، ص:۱۹۹۔

۱۲- ہیروڈوٹس، دنیا کی قدیم ترین تاریخ، ت: یاسر جواد، ص:۵۰۹

۱۳- محمد کرد علی، الاسلام والحضارة العربیة، ج:ا،ص:۱۸۲؛ داؤد الحلبی "الالفاظ المغولیة فی اللغة العربیة" در مجلہ مجمع العلمی العراقی، ۱۹۹۵، ج:ا،ص:۳۲۶؛ Cyril Bailey, The Legacy of Rome, P:1-33۔

14- R.M. Hogg, The Cambridge History of English Language, V.I, P:316-318.

۱۵- "Tunis" در Encyclopaedia Americana۔

16- "History" by Toynbee in The Legacy of Greeced. by Richard Living Stone, P:304-305.

17- D Lacy O Leary, How Greek Science Passed to Arabs, p:28

18- Dick Leith, A Social History of English, p:13.

20- M.H. Bakalla, Arabic Culture through its Language and Literature, P:67.

۲۱- محمد کردعلی، الاسلام والحضارة العربية، ج:۱، ص:۱۲۳۔

22- Ronald Wardbaugh, Language Competition, p:9-10

23- R.M Hogg, The Cambridge History of English Language, V:I, p:305-306.

24- John Whitney, The Cambridge History of Japan, P:312.

25- April M.S. Memlan,Understanding Language Change,P:201

۲۶- وافی، فقه اللغة، ص:۲۰۰

27- Ardian Akmajian, and others, Linguistics, p:321-322.

28- "Greek" in International Encyclopaedia of Linguistics.

29- Ronald Wardbaugh, Language Competition, p:11

۳۰- ایڈولف بالم، تاریخ یونان قدیم، ت: ہارون خان شیروانی، ج:۴، ص:۱۴

۳۱- ہنری لامنس الأب اليسوعي، المذاكرات الجغرافية في الاقطار السورية، ص:۲۱-۲۴

۳۲- سعید الافغانی، اسواق العرب في الجاهلية والاسلام، ص:۲۴۳،۳۱۳،۳۱۳-۳۱۴۔

۳۳- احمد امین، فخر الاسلام، ج:۱، ص: ۱۷؛ Carl Brocklman، History of Islamic Peaple، ص:۷۔

34- Daniel Jermy Silver, A History of Judaism, p:177-178.

35- Abram Leon Sacher, A History of the Jews, p:108.

36- G. N. Reddy, "Dravidian Linguisics and Cultural Links", in Profile of Indian Languages, P:45.

37- "Japnese and the Altaic Languages" in Japan: An Illustrated Encyclopedia.

۳۸- .وافی، اللغۃ والمجتمع، ص:۱۸۲-۱۸۵۔

39- Dell Hymes, Language in Culture and Society, P:496-497.

40- "Bilingualism" in Oxford Illustrated Encyclopedia.

۴۱- وافی، علم اللغۃ، ص:۱۸۳-۱۹۰۔

۴۲- عبدالعزیز بشری، ''کفاح اللغۃ العربیۃ فی سبیل الحیاۃ والنفوذ''، دار الهلال، نومبر۱۹۳۶، ص:۴

42- April M.S., Understanding Language Change, P:201.

43- R.M. Hogg, The Camridge History..., V.I, P:317-318.

44- R.M. Dixon, The Rise and Fall of Languages, P:24

45- "English Language" in Encyclopedia Brittanica.

۴۶- وافی، علم اللغۃ، ص:۱۸۶

47- Albert C. Baugh, A History of English Language, P:72.

48- Arthur G. Kennedy, Current English, P:99

49- Richard M. Hogg, The Cambridge History of English Language, V.I, P:300.

C.L. Wrenn, The English Language, P:57.

- A Dictionary of Foreign Words and Phrases,P:376-381; "English" in Collier's Encyclopedia; Cyril Bailey, Legacy of Rome, P:380.

ابراہیم انیس، اللغۃ بین القومیۃ والعالمیۃ، ص:۲۹۴۔

50- Arthur G. Kennedy, Current English, P:99; A Dictionary of Foreign Words and Phrases, P:381-282.

51- R.M. Hogg, The Cambridge History ---, V.I, P:336, V.2, P:423-432; "English" in Collier's Encyclopedia;Cyril Bailey. Lagacy of the Rome, P:358.

ابراہیم انیس، اللغۃ بین القومیہ والعالمیۃ، ص:۲۹۳۔

52- R.M. Hogg, The Cambridge History...,V.I, P:320.

53- C.L. Wrenn, The English Language, P:62-87.

۵۴۔ ایضاً،ص:۶۸۔

55- A Dictionary of Foreign Words and Phrases in English, P:387.

۵۶۔ ایضاً،ص:۳۸۲-۳۸۳

57- Kenneth Katzner, The Languages of the World, P:163.

58- P.K. Hittie, History of Syria, P:223.

59- C.L.Wrenn,The English Language,P:73.

60- M.H. Bakalla, Arabic Culture through its Language and Literature, P:68.

61- C.L. Wrenn, The English Language, P:40

62- Arthur G. Kennedy, Current English, P:99

63- Kenneth Katzner, The Languages of the World, P:167.

64- C.L. Wrenn, The English Language, P:79.

65- A Dictionary of Foreign Words in English, P:387.

66- "Indian Languages - American" in Academic American Encyclopedia.

67- A Dictionary of Foreign Words and Phrases, P: 369-389.

۶۸- العفید ابراہیم الفحام، ''الالفاظ الاجنبیہ فی لغة الصیاد بن والملاحین بالاسکندریہ واصولها اللغوية'' در اللسان العربی، ج:۱۳،ص:۹۵۔

۶۹- عابدہ حنیف، ''ترکی زبان میں غیر ملکی الفاظ کا تاریخی پس منظر'' در مجلہ دریافت، Numl، شمارہ:۳، ص:۵۴۵-۵۵۴۔

۷۰- ابراہیم صبری، ''حول تأثير العربية والفارسية فی تكوين اللغة التركية'' ج:۳، ص:۱۰۹-۱۱۴

۷۱- ایضاً۔

72- Arthur H. Whitney, Colloquil Hungarian, P:254.

73- The Cambridge History of Japan, Ed. by John Whitney and Others., P:459-462.

74- Tom M. Arthur, The English Language, P:26-29.

75- "Chinese" in International Encyclopedia of Linguitics Ed. by William Bright; Neol Bernard and others, The Origins of Chinese Civilization, P:439-440.

۷۶- مانوراما، الهند شعبها وارضها، ص:۵۱۔
اس میں مصنف نے تفصیل سے ان الفاظ کا ذکر کیا ہے جو جاپانی سے دوسری زبانوں میں گئے اور دوسری زبانوں سے جاپانی میں آئے۔

۷۷- ''سنسکرت''، در اردو دائرہ معارف اسلامیہ

۷۸- د. سمیر عبدالحمید ابراہیم، معجم الالفاظ العربیة فی اللغة الاردیة، (پوری کتاب میں وہ الفاظ پیش کیے گئے جو عربی سے اردو میں آئے ہیں)

۷۹- الندوی، ابوالحسن علی، المسلمون فی الهند، ص:۱۰۸

۸۰- عبدالقادر المغربی، الاشتقاق والتعریب، ص:۱۰۸

۸۱- صبحی صالح، دراسات فی فقه اللغة، ص:۳۶۶-۳۶۸۔

۸۲- عبدالحمید سلقانی، مصادر اللغة، ص:۵؛ تاریخ العربی، ج:۱، ص:۵۱-۵۲؛ تاریخ الجاهلیة، ص ۴۷-۵۰؛ محمد المبارک، فقه اللغة وخصائص العربیة، ص:۳۹۳۔

۸۳- ادی شیر، الالفاظ الفارسیة المعربة، ص:۳

۸۴- مثلاً دیکھیے، احمد بن عیسیٰ، التهذیب فی اصول التعریب، ص:۱۰۰ و مابعد؛ ادی شہر، الالفاظ الفارسیه المعّربة، سعدی غناوی، المعجم المفصّل فی المعرب والدخیل؛ المغربی، الاشتقاق والتعریب؛ الجوالیقی ابو منظور موھوب بن احمد، المعرب من الکلام الاعجمی علی حروف المعجم؛ خفاجی شهاب الدین، شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من

الدخیل، جرجی زیدان، تاریخ اللغة العربیة؛ ہنری کوس الانس، فرائد اللغة؛ د.ف. ابراہیم، القول الاصیل فیما فی العربیة من الدخیل، ص۶-۱۲۔

85- David Crystal, The Cambridge Encyclopedia of Language, P:127.

۸۶- سید خالد جامعی اور عمر حمید ہاشمی، ''بروشسکی زبان: بعض اہم مباحث استعمار کے ہاتھوں زبانوں کے قتل عام'' در خبریں، مرتب: سید خالد جامعی، غیر مطبوعہ کتب نمبر:۳۰، ص:۸-۱۵۔

کتابیات

۱- ابراہیم انیس، اللغة بین القومیة والعالمیة، دارالمعارف مصر، س ن.

۲- احمد بن عیسیٰ، التہذیب فی اصول التعریب، مطبعہ مصر، قاہرہ، طبع اوّل، ۱۹۲۳۔

۳- ادی شیر، الالفاظ الفارسیة المعربہ، المکتبہ الکاثولیلیہ، بیروت ۱۹۰۸ء۔

۴- ایڈولف ہالم، تاریخ یونان قدیم، ت: ہارون خان شیرانی، کراچی، س.ن۔

۵- جرجی زیدان؛ تاریخ اللغة العربیة، مطبعۃ الھلال مصر، ۱۹۰۴ء

۶- جوالیقی ابومنصور موہوب بن احمد، المعرب بن الکلام الاعجمی علی حروف المعجم، تہران ۱۹۶۶ء۔

۷- خفاجی شہاب الدین، شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل، مطبعہ السعادہ، طبع اول، ۱۳۲۵ھ۔

۸- دریافت، (مجلّہ) NUML، اسلام آباد۔

۹- سعدی غناوی، المعجم المفصل فی المعرب والدخیل، دارالکتب العلمیہ، طبع اول، ۲۰۰۴۔

۱۰- سعید الافغانی، اسواق العرب فی الجاھلیة، س ن۔

۱۱- سمیر عبدالحمید ابراہیم، معجم الالفاظ العربیہ فی اللغة الأردیہ، سعودیہ ۱۴۱۵ھ۔

۱۲- سید خالد جامعی وعمر حمید ہاشمی، خبریں، غیر مطبوعہ کتب نمبر ۳۵۔

۱۳- صالح احمد العلیٰ، محاضرات فی تاریخ العرب، مطبعہ الارشاد، طبع ثالث، ۱۹۶۹ء۔

۱۴- صبحی صالح، دراسات فی فقه اللغة، منشورات المکتبہ الاھلیة، بیروت س.ن۔

۱۵- عمر فروخ، تاریخ الجاھلیة، دارالعلم للملایین، بیروت ۱۹۲۴ء۔

۱۶- عبدالحمید السلقانی، مصادر اللغة، عمارة الشون المکتبات جامعہ ریاض ۱۹۸۰ء۔

۱۷۔ مانو راما موداں، الهند شعبها وارضها، ت: محمد عبدالفتاح ابراہیم، مکتبہ الھضۃ المصریۃ، ۱۹۶۴ء۔

۱۸۔ محمد المبارک، فقه اللغة وخصائص العربية، طبع ثالث، دارالفکر بیروت ۱۹۶۸ء۔

۱۸۔ مجلہ کلیۃ الآداب، مطبعة التجاريه الاسكندريه، ۱۹۴۲ء۔

۱۹۔ مجلہ مجمع العلمی العراقی، عراق ۱۹۹۹ء۔

۲۰۔ محمد کرد علی، الاسلام والخصارة العربية، مکتبہ النھضہ المصریہ قاہرہ، طبع: سوم ۱۹۶۸ء۔

۲۱۔ المغربی عبدالقادر مصطفیٰ، الاشتقاق و التعريب، مطبعہ ھلال مصر، ۱۹۰۸ء۔

۲۲۔ الندوی ابوالحسن علی، المسلمون في الهند، مکتبہ دارالفتح دمشق، س ن۔

۲۳۔ وافی عبدالواحد، علم اللغة، المطبعہ السّلفیہ قاہرہ ۱۹۳۸ء

۲۴۔ ایضاً، فقه اللغة، لجنۃ البیان العربی، طبع پنجم، ۱۹۶۸ء۔

۲۵۔ الهلال، اپریل ۱۹۳۸ء۔

۲۶۔ ہنری لامنس، المذاكرات الجغرافيه في الاقطار السوريه، المطبعہ الکاثولیکیہ، بیروت ۱۹۱۱ء۔

۲۷۔ ایضاً، فرائد اللغة، بیروت ۱۹۰۸ء۔

۲۸۔ ہیروڈوٹس، دنیا کی قدیم ترین تاریخ، ت: یاسر جواد، لاہور ۲۰۰۱ء۔

29. A Dictionary of Foreign Words and Phrases in Current English, A.J. Bliss, London, 1968.

30. Abram Leon Sacher, A History of the Jews, New Yark, 1972.

31. Academic American Encycopedia, Princeton, New Jersy, 1981.

32. Albert C. Baugh, A History of English Language, n.d.

33. April M.S. Memalen, Understanding Language Change, Cambridge University Press 1994.

34. Arthur G. Kemedy, Current English, Green wood Palace, 2nd ed. 1970.

35. Arthur H. Whitney, Colloquil Hungaries, London 2nd ed. 1977.

36. Ardian Akmagian and others, Linguistics, New Delhi. 2001.

37. Arun Kumars (ed), Profile of Indian Languages, Biswos Kan Pur, 1982.

38. Carl Brocklman, History of Islamic People, London, 1964.

39. C.K. Ogden, The History of Civilizations, London, n.d.

40. C.L. Wrenn, The English Language, Delhi, 1999.

41. Collier's Encyclopedia, New Yark, 1979.

42. Cyril Bailey, Legacy of the Rome, Oxford, 1962.

43. D. Lacy O'Leary, How Greek Science Passed to the Arabs, Routland Kegan Paul LTD 1964.

44. David Crystal, The Cambridge History of Language, Cambridge University Press, 1991.

45. Daviel Jermy Silver, A History of Judaism, New York 1963.

46. Dell Hymes, Language in Calture and Society, New York, 2nd ed. on. d.

47. Dick Leith, A Social History of English, London, 1987.

48. International Encyclopedia of Linguistics, Oxford University Press, 1992.

50. International Encyclopedia, oxford University Press, New York, 1992.

51.Japan: An Illustrated Encyclopedia, Kodansha, LTD. Tokyo, 1st ed1993.

52. John Whitney, The Cambridge History of Japan, Cambridge University Press.

53. Kenneth Katzrer, The Languages of the World, The Guernesey Press, GB 1995.

54. Leonard Bloom Field, Language, Unwium University Press, USA.

55. M.H. Bakalla, Arabic Culture through its Language and Literature, London, 1984.

56. Neol Bernard and others, The Origing of Chinese Civilization, University of California, Berckley, 1983.

57. Oxford Illustrated Encyclopedia, Oxford University Press, Melbourne, 1992.

58. P.K. Hittie, History of Syria, n.d.

59. Richard Livingstone, The Lagacy of Greece, Oxford, 1963.

60. Ronald Ward Baugh, Language Competition, Oxford, 1st ed. 1987.

61. R.M. Hogg, The Cambridge, History of English Language, Cambridge University Press, London, 1994.

62. R.M. Dixon, The Rise and Fall of Languages, n.d.

63 Terenee Ogden, Language Transfer, Cambridge University Press, New York, 1st ed. 1989.

64. The Cambridge Ancient History, Cambridge University Press, 1994.

65. Tom M. Arthur, The English Language, Cambridge University Press, New York, 1992.